جنرل مرزا اسلم بیگ

ہماری لانگ مارچ پر مبنی سیاست

1990ء سے اب تک ہم وطن عزیز میں لانگ مارچ پر مبنی سیاست کا مشاہدہ کرتے آئے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ہر بار لانگ مارچ صرف منتخب حکومتوں کے دور میں ہی ہوئے۔ بنیادی طور پر ان لانگ مارچوں کا مقصد ''آرمی کی آشیر باد سے حکومت کی تبدیلی'' کیلئے مشق کرنا ہے۔ 14 اگست سے شروع ہونے والا عمران خان اور طاہر القادری کا موجودہ ہلہ گلہ بھی ان کے سیاسی عزائم کی تکمیل کی خاطر اسی قسم کی ایک مشق ہے۔ ان دونوں حضرات نے واضح کر دیا ہے کہ اگست کے اواخر تک نواز شریف کی حکومت ختم کر دی جائے گی اور ''تبدیلی نظام'' کیلئے انقلاب کی راہ متعین کی جائے گی۔ آیئے ماضی میں ہونے والے لانگ مارچوں کے نتائج اور حالیہ لانگ مارچ کی کامیابی کے امکانات کا جائزہ لیتے ہیں۔

1992ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کے زیر قیادت قومی جمہوری اتحاد نے لاہور سے لانگ مارچ شروع کیا اور ان کی والدہ محترمہ بیگم نصرت بھٹو نے لاڑکانہ سے شروع ہونے والے لانگ مارچ کی قیادت کی لیکن دونوں لانگ مارچ ناکامی سے دوچار ہوئے۔ بیگم نصرت بھٹو کے ساتھ ہتک آمیز سلوک کیا گیا اور وہ زخمی ہو کر ہسپتال جا پہنچیں جبکہ بے نظیر بھٹو کو گرفتار کر کے لاڑکانہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس طرح یہ لانگ مارچ ناکامی سے دوچار ہوا کیونکہ اس وقت کے آرمی چیف جنرل آصف نواز نے انہیں ''پذیرائی نہیں بخشی'' اور نواز شریف کو لانگ مارچ سے نمٹنے کیلئے فری ہینڈ دے دیا گیا تھا۔ محترمہ کے اس لانگ مارچ کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اسے کامیاب بنانے کیلئے مناسب ''ہوم ورک'' نہیں کیا تھا۔

اگلے سال یعنی 1993ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو نے ایک اور لانگ مارچ کی منصوبہ بندی کی جو شروع ہوا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اسلام آباد پہنچتیں، اس وقت کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل عبدالوحید کاکڑ نے ان کیلئے راہ ہموار کرا دی تھی اور مداخلت کر کے اس شرط پر صدر اور وزیر اعظم کو اقتدار سے علیحدہ ہونے پر راضی کر لیا تھا کہ وہ نوے دنوں کے اندر انتخابات کرا دیں گے۔ اس طرح بے نظیر بھٹو نے لانگ مارچ ختم کر دیا اور 1993ء کے آخر میں منعقد ہونے والے انتخابات میں کامیابی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ بلاشبہ اس لانگ مارچ کو کامیاب بنانے کیلئے انہوں نے مناسب ''ہوم ورک'' کیا تھا۔

---

* سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

1996ء میں بے نظیر بھٹو کے متعین کردہ اوران کی اپنی ہی پارٹی کے سینئر ترین راہنما سردار فاروق احمد خان لغاری نے ان کی حکومت ختم کردی جس کے بعد نواز شریف دوسری بار وزیراعظم منتخب ہوئے۔لیکن ابھی نواز شریف کی حکومت قائم ہوئے بمشکل دوسال ہی گزرے تھے کہ بے نظیر بھٹو نے' نوابزادہ نصراللہ خان کے گیارہ جماعتوں پر مشتمل سیاسی اتحاد؛ عوامی نیشنل پارٹی؛ ایم کیو ایم اور پاکستان تحریک انصاف کو ملا کر 1998ء میں گرینڈ ڈیموکریٹک الائنس قائم کیا اور واشنگٹن کی سرپرستی اور آرمی چیف جنرل پرویز مشرف کی جانب سے اس یقین دہانی پر تحریک شروع کردی کہ ''وہ نواز شریف کو اقتدار سے الگ کرکے نوے دنوں کے اندر انتخابات کرائیں گے اور اقتدار انتخابات جیتنے والی پارٹی کے حوالے کردیں گے۔'' یہی وہ وقت تھا جہاں بے نظیر بھٹو جیسی زیرک سیاستدان ایک جرنیل کے دھوکے میں آ گئیں جو آئندہ دس سال تک خودمند اقتدار پر براجمان رہا۔

2009ء میں وکلاء کی بحالی عدلیہ کی تحریک اگرچہ اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی لیکن اس کی کامیابی کے کوئی آثار نہیں تھے۔اس وقت نواز شریف نے بڑی آسانی سے وکلاء کی تحریک کی قیادت اپنے ہاتھوں میں لے لی اور لاہور سے اسلام آباد کی جانب لانگ مارچ شروع کیا۔ابھی انہوں نے بمشکل راوی کا پل ہی عبور کیا تھا کہ انہیں اس وقت کے آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی کی جانب سے پیغام ملا کہ ان کے مطالبات مان لئے گئے ہیں لہذا لانگ مارچ کو ختم کردیا جائے' جس پر نواز شریف نے شکریہ ادا کیا۔اس طرح انہوں نے عدلیہ کی بحالی کی تحریک کو اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے استعمال کیا جو 2013ء کے انتخابات میں ان کی کامیابی کی اہم وجہ بنی۔

اب 14 اگست 2014ء نزدیک ہے جب پاکستانی قوم کو طاہر القادری کے معجزاتی انقلاب اور عمران خان کی جانب سے لانگ مارچ کے نتائج کا انتظار ہے۔دونوں ہی دھمکیاں دے رہے ہیں کہ وہ نواز شریف کو ان کی کرسی سے ہٹا کر عنان اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لیں گے۔عمران خان اس بات کی یقین دہانی کرا رہے ہیں کہ اگر انہیں اقتدار ملا تو وہ پاکستان کو مثالی ریاست بنا دیں گے۔درحقیقت یہ انقلاب لانے والوں کی خواہشات پر مبنی کھوکھلے دعوے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ لانگ مارچ کے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے ان کا ''ہوم ورک'' مکمل نہیں ہے۔ان کا انجام بھی بے نظیر بھٹو کے 1992ء والے لانگ مارچ کی طرح ناکامی ہی ہوگا' جہاں انہیں لاڑکانہ میں نظر بند ہونا پڑا اور ان کی والدہ نصرت بھٹو کو لہو

لہان ہو کر ہسپتال منتقل ہونا پڑا۔ابھی کل طاہرالقادری کے کارکنوں کوحکومت کے ساتھ جھڑپوں میں شدید ضربیں لگی ہیں،اور وہ جلسہ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۳۔۱۴ اگست کوعمران خان کا کیا حشر بنتا ہے،اگرچہ انھیں قتل کرنے کی قطعا کوئی ضرورت دکھائی نہیں دیتی۔البتہ گذشتہ چند دنوں میں رونما ہونے والے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں حضرات ''جنگ جیتنے کیلئے بالواسطہ حکمت عملی'' پرعمل پیرا ہیں جس کا مقصد عوامی طاقت سے بدامنی پھیلا کر حالات کو اس نازک موڑ پر لے آنا ہے کہ حکومت کو مجبور ہوکرسول انتظامیہ کی مدد کی خاطر آرمی کو بلانا پڑے۔عمران خان نے تو پہلے ہی کہنا شروع کر دیا ہے کہ ''حالات کوسنبھالنے کیلئے حکومت آرمی کو بلانے کا فیصلہ کر چکی ہے۔'' اور یہی عمران اور قادری کا مقصد ہے۔

جہاں تک طاہرالقادری کے انقلاب کا سوال ہے تو شاید خود انہیں بھی انقلاب کی سختیوں اوراس کے نقصان دہ اثرات کا اندازہ نہیں ہے۔ماضی قریب میں ایران اور افغانستان جیسے ممالک ہی انقلاب کی سختیوں کو برداشت کر سکے ہیں جبکہ یوگوسلاویہ' چیکوسلواکیہ' عراق اور یوکرائن جیسے ممالک انقلاب کے جھٹکوں کو برداشت نہیں کر سکے ہیں کیونکہ پاکستان کی طرح یہ ممالک بھی من حیث القوم اندر سے اتنے مضبوط نہیں ہیں کہ انقلاب کی سختیوں کو برداشت کرسکیں۔لہذا ہمیں انقلاب کے کھوکھلے نعروں کوفوری طور پر رد کردینا چاہیئے اور نظام کی تبدیلی کیلئے آئینی اور جمہوری راستہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے قانون کی حکمرانی کے تقاضے پورے ہوتے ہوں۔

مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس تحریک کے پس پردہ کوئی سیاسی ونظریاتی ایجنڈا کارفرما ہے۔غورفرمایئے کہ ماضی قریب میں الجیریا اور مصر میں کس طرح سے سیاسی اسلام کو سیکولر اسلام سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔پاکستان میں شروع ہونے والی اس تحریک کا مقصد بھی کہیں ایسا ہی تو نہیں؟ جب 2013 ء میں طاہرالقادری انتخابات کی تیاری کو روکنے کیلئے پاکستان آئے تھے کیونکہ انہیں نواز شریف کی کامیابی کا قوی یقین تھا لیکن قادری صاحب PPP حکومت سے مذاکرات کے بعد پسپا ہو گئے تھے۔حدتو یہ ہے کہ عمران خان نے بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے بدترین دور حکمرانی پر انگلی تک نہیں اٹھائی تھی لیکن اب دونوں مسلم لیگ کی دائیں بازو کی حکومت کے درپے ہیں۔

نظریہ پاکستان ایک مقدس امانت ہے جس کی تشریح ہمارے آئین میں ان الفاظ میں کی گئی ہے:
''پاکستان کا نظام جمہوری ہوگا جس کی بنیاد قرآن وسنہ کے زریں اصولوں پرمبنی ہوں گی۔'' یہی ہمارا قومی نظریہ حیات بھی ہے جس کی حفاظت ہم سب پر لازم ہے اور حب الوطنی کا تقاضا بھی ہے۔

۷۴۵